قائد ملت علامہ حسن رضا تاجی رضوی

(۱۳۶۶ھ-۱۴۳۹ھ)

از: عثمان رضا شفیق تاجی مصباحی

ولادت:

قائد ملت حضرت مولانا حسن رضا تاجی رضوی کی ولادت آزادیٔ وطن سے ایک سال قبل ۲۵ر دسمبر ۱۹۴۶ مطابق ۱۰ر محرم الحرام ۱۳۶۶ھ میں ضلع امیٹھی کے ایک چھوٹے سے غیر معروف گاؤں ''روشن پور'' کے ایک دین دار گھرانے میں ہوئی۔ ''روشن پور'' قصبہ ''جائس'' سے متّصل مشرقی سمت میں سلطان پور رائے بریلی صوبائی شاہ راہ سے قریب، جانبِ شمال واقع ہے جو صدیوں سے مردم خیز اور علم وحکمت کا گہوارہ رہا ہے۔ قصبہ جائس سیدنا سالار مسعود غازی کی گزر گاہ، آپ کی فوج کے سپہ سالار، فاتحِ جائس حضرت میر سیّد عماد الدین قلیچی کی آرام گاہ، اور تارکِ سلطنت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کی چلّہ گاہ ہے۔ مشہور صوفی شاعر ملک محمد جائسی بھی اسی قصبے سے تعلق رکھتے تھے۔

نام ونسب:

ان کا سلسلۂ نسب کچھ اس طرح ہے:

حسن رضا بن محمد اسحاق پردھان بن صوبیدار حاجی اعلی بخش بن رمضان۔

قائدملت سے پہلے جتنے بھائی ہوتے وہ سب فوت ہوجاتے تھے۔ پھر آپ کے داداجان جوایک نہایت ہی دیندار، متین، سلیم الطبع، بزرگوں کے عقیدت کیش اور متصلب سنی تھے، انھوں نے اپنے پیرومرشد غوث الوقت حضرت باباشاہ عبدالصمد صدیقی کی بارگاہ میں بڑی متانت اور سنجیدگی سے آنسوؤں کی زبان سے سائلانہ انداز میں یہ عریضہ پیش کیا:

''حضور میری ایک ہی اولاد ہے اور اس کی نسل ہنوز پروان چڑھنے سے پیاسی ہے۔ حضور کیا میرے بیٹے کے بعد میری نسل منقطع ہو جائے گی، حضور دعافرمادیں کہ خالق ورزاق مولا مجھے ایک پوتے سے نوازے۔''

باباصاحب نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا:''روتے کیوں ہو، جاؤ، اب کی بار جوآئے گاوہ خوش قسمت ہوگااور زندہ بھی رہے گا۔''

پھر حضرت قائدملّت کی ولادت ہوئی اور باباحضور نے ''حسن رضا'' نام تجویزفرمایا۔

والدگرامی محمد اسحاق کا شمار علاقے کے بااثر معزز، دین دار اور علم دوست لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپ کی والدہ بھی ایک نیک سیرت، پاک دامن، باپردہ، عفت مآب اور عبادت گزار خاتون تھیں۔

تعلیم وتربیت:

حضرت نے کچھ ابتدائی تعلیم اور ناظرہ قرآن اپنے وطن ہی میں مکمل کیا، اس کے بعد قصبہ ''جائس'' کے مختلف اسکولوں میں عصری تعلیم میٹرک تک حاصل کی۔ گلستاں، بوستاں، آمد نامہ اور عربی کی چند ابتدائی کتابیں اپنے مخدوم زادے جامع معقول ومنقول شیخ طریقت حضرت علامہ جلال الدین صدیقی تاجی قادری سے پڑھیں۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے اپنے استاذ محترم کے حکم پر ''مدرسہ اسلامیہ عربیہ''، اندرکوٹ میرٹھ کا رخ کیا اور وہاں صدر العلماء امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی کی بارگاہ میں تقریباً آٹھ سال رہ کر ہدایۃ النحو، علم الصیغہ، قدوری اور مرقات وغیرہ سے صدرا، حمد اللہ، ہدایہ، ترمذی وغیرہ تک تعلیم حاصل کی۔ میرٹھ کے بعد آپ نے ''دار العلوم نعیمیہ'' دیوان بازار، مرادآباد، پھر ''جامعہ عربیہ'' سلطان پور سے دورہ حدیث کیا اور ۱۸/ ۱۹/ شعبان المعظم ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۶/ ۱۷/ اگست ۱۹۷۶ء میں یہیں سے سند فراغت حاصل کی اور مشایخ طریقت اور علمائے اہل سنت کے مبارک ہاتھوں سے دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

حضرت قائدملت نے جن علمائے کرام اور مشایخ عظام سے درس لیا، علمی استفادہ کیا، ان کے دامن فضل وکمال سے خوشہ چینی کی اور اپنے آپ کو زیور علم سے آراستہ کیا۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) مجذوب وقت حضرت ننھوشاہ عرف اُسَراشاہ۔

(۲) جامع معقول ومنقول حضرت علامہ جلال الدین قادری تاجی (خلیفہ شیربیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی خان قادری رضوی)

(۳) امام النحو، صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی (صاحب بشیر القاری شرح بخاری وغیرہ)

(۴)حضرت مولانا قاری محمد یعقوب

(۵)حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ

(۶)حضرت علامہ مفتی طریق اللہ

(۷)حضرت علامہ مفتی محمد ایوب نعیمی مدظلہ العالی

(۸)حضرت علامہ شیخ معین الدین اعظمی

(۹)حضرت مولانا قاری شبیر احمد مصباحی

بیعت و خلافت:

آپ عارف ربانی حضرت بابا شاہ عبد الصمد تاجی صدیقی کے مرید خاص و تربیت یافتہ تھے۔ نبیرہ اعلی حضرت، شیخ طریقت حضرت مولانا سبحان رضا خان سبحانی میاں مدّ ظلہ العالی نے عرس حامدی کے موقع پر آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی خلافت واجازت سے بر سر مبر نوازا اور پیر طریقت حضرت مولانا بایزید تاجی نے سلسلہ چشتیہ صابریہ تاجیہ صمدیہ کی خلافت واجازت سے سرفراز کیا اور فرمایا کہ جس طرح آپ کے پیر و مرشد نے مجھے خلافت واجازت عطا کی تھی میں بھی آپ کو عطا کرتا ہوں۔

صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی سے اوراد و وظائف اور تعویذات کی اجازت حاصل تھی۔ حضرت صدر العلماء نے شمع شبستان رضا کے تینوں حصے آپ کو مرحمت کرتے ہوئے فرمایا: میں اجازت دیتا ہوں کہ اس کے ذریعہ خلق خدا کی خدمت کرنا اور اسے ذریعہ معاش نہ بنانا۔ آپ پوری زندگی اس نصیحت پر کاربند رہے اور اس کے ذریعے خدمت خلق کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

حج و زیارت:

حج کی سعادت اور حرمین شریفین کی حاضری ہر مرد مومن کے دل کی آرزو اور تمنا ہوتی ہے، قائد ملت علامہ حسن رضا تاجی رضوی کو متعدّد بار دیار حرم کی حاضری نصیب ہوئی۔ انھوں نے دو حج اور کئی عمرے کیے۔ ۲۰۰۱ء میں پہلا حج فرمایا، اس مبارک سفر میں ان کی والدہ ماجدہ بھی ہمراہ تھیں، وہ حج سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ میں داغِ مفارقت دے گئیں اور اسی مبارک شہر میں مدفون ہوئیں۔

دوسرا حج ۲۰۱۴ء میں کیا، یہ حج اکبر تھا، اس سفر میں حضرت کے ہمراہ ان کی اہلیہ محترمہ (راقم السطور کی والدہ ماجدہ نور جہاں نور اللہ تربتھا جو والد صاحب کے وصال کے دو سال بعد ۲۴/ جولائی ۲۰۲۰ء مطابق ۲/ ذو الحجہ ۱۴۴۱ھ بروز جمعہ طویل علالت کے بعد وہ بھی داغ مفارقت دے گئیں اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملیں۔ رب قدیر ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) تھیں۔

مدرسہ تاج العلوم صمدیہ کا قیام:

زمانۂ طالب علمی (۸ر اکتوبر ۱۹۶۰ء) میں حضرت نے جو مکتب قائم فرمایا تھا، اس سے قرب وجوار میں دین وسنیت کا کام ہو رہا تھا اور علاقے کے بچے اسلامی تعلیم سے بہرہ ور ہو رہے تھے۔ لیکن ان کی فکر اس مکتب کو دار العلوم بنانے کی تھی، اس لیے فراغت کے بعد اپنے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے گاندھی نگر میں رائے بریلی سلطان پور قومی شاہ راہ کے شمالی جانب روڈ کے کنارے ہی ایک قیمتی زمین کا انتخاب فرمایا اور ۱۹۷۶ء میں مدرسے کے سنگ بنیاد کے لیے ایک عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں ہندستان کے اکابر علما و مشائخ نے شرکت فرمائی اور صدر العلماعلامہ سید غلام جیلانی میرٹھی ، مفتی اعظم کانپور علامہ رفاقت حسین ، شیخ المشائخ حضرت مولانا سید شاہ نعیم اشرفی جیلانی اور جامع معقولات حضرت علامہ معین الدین اعظمی کے مبارک ہاتھوں سے اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور تاج العارفین حضرت بابا تاج الدین ناگ پوری اور غوث الوقت حضرت بابا عبد الصمد تعالی کی نسبت سے "تاج العلوم صمدیہ" نام تجویز کیا گیا۔

مزید تعارف زیر نظر کتاب میں حضرت بابا عبد الصمد تاجی صدیقی کے تبلیغی مشن کے تحت موجود ہے۔

مسلک اہل سنت کی ترویج واشاعت:

حضرت قائد ملت نے پوری زندگی مسلک اہل سنت وجماعت کی ترویج واشاعت میں گزاری، جب کبھی علاقے میں دینی اور مذہبی معاملات میں فضا گرم ہوتی اور کوئی بد مذہب انبیا، اولیا، سلف صالحین اور بزرگان دین کے خلاف زہر افشانی کرتا یا عقائد و معمولات اہل سنت کے خلاف زبان کھولتا یا مناظرے کا چیلنج کرتا تو اہل علاقہ کی نگاہیں آپ پر جا کر رکتیں، آپ تن تنہا یا علماے اہل سنت کے ساتھ اس کا ایسا دندان شکن جواب دیتے کہ وہ دوبارہ اس علاقے کا رخ نہ کرتا۔

مولوی بشیر احمد رضوی، سابق استاذ مدرسہ تاج العلوم صمدیہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ قریب کے ایک گاؤں "رانی پور" میں تبلیغی جماعت آئی، جماعت کے امیر نے سنیوں کو مناظرے کا چیلنج کر دیا۔ گاؤں والوں نے قائد ملت کو اس کی اطلاع دی، رات کا وقت تھا، قائد ملت اسی وقت دار العلوم کے چند اساتذہ اور طلبہ کے ساتھ بذریعہ سائیکل گاؤں پہنچ گئے۔ عشا کی نماز پڑھائی اور نماز کے بعد تبلیغی جماعت کی موجودگی میں گاؤں والوں کو جمع کر کے ایسی زور دار اور مدلل تقریر فرمائی کہ تبلیغی جماعت اور اس کے امیر پر سکتہ طاری ہو گیا۔ دوران تقریر آپ نے دریافت فرمایا کہ کس موضوع پر مناظرہ کرنا ہے؟ لیکن ادھر سے خاموشی کے سوا کوئی جواب نہیں ملا۔ پھر آپ نے حاضر و ناظر، نورِ مصطفیٰ، علم غیب مصطفیٰ اور اختیارات مصطفیٰ جیسے مسائل پر دو گھنٹے خطاب فرمایا جس میں بد مذہبوں کے اعتراضات کی بخیہ ادھیڑ دی اور مسلک حق، مسلک اہل سنت وجماعت کی ایسی تشریح فرمائی کہ اہل مجلس پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور تبلیغی جماعت اور اس کے امیر پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ مجلس کے اختتام پر سنّیوں کے ساتھ کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا۔ اور جماعت کا امیر اسی رات وہاں سے فرار ہو گیا اور دوبارہ کبھی اس علاقے کا رخ نہ کیا۔

حضرت کی اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ علاقے میں سنیت کو مزید تقویت ملی اور بد مذہبی کے بڑھتے ہوئے قدم رُک گئے۔

اسی طرح جائس کے قریب ایک گاؤں ''پورہ نواز''میں دیوبندیوں کے خطیب مولوی عبدالوحید گونڈوی نے تقریر کی جس میں سنیوں کے خلاف زہر افشانی کی، ان پر بے جا الزامات لگائے اور یہ چیلنج کیا کہ علمائے اہل سنت ان الزامات کا جواب دیں۔ مولوی بشیر احمد رضوی جو اس گاؤں کے رہنے والے تھے قائد ملت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر اہل سنت کی طرف سے اس کے الزامات کا جواب نہ دیا گیا تو سنیت کا بڑا نقصان ہوگا۔ چناں چہ قائد ملت نے ایک ہنگامی میٹنگ کی اور ایک ہفتہ بعد اس مقام پر ایک عظیم الشان تاریخی جلسہ کروایا۔ جس کی سرپرستی پیر طریقت حضرت مولانا سید قسیم اشرف اشرفی جیلانی اور صدارت حضرت قائد ملت نے فرمائی۔ مبلغ اہل سنت حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور اور خطیب اہل سنت حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ حشمتی ردولوی نے گونڈوی خطیب کے مہمل اور بے سروپا اعتراضات کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ شکوک وشبہات اور غلط فہمی کے بادل چھٹ گئے اور مذہب حق اہل سنت وجماعت کی حقانیت بالکل عیاں ہوگئی۔ اور گونڈوی صاحب اس علاقے سے ایسے غائب ہوئے کہ پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کیا۔

اس طرح جب بھی علاقے میں بدمذہبیت نے سر اٹھایا آپ نے اپنی مخلصانہ جدوجہد اور مستحکم حکمت عملی کے ذریعے اس کی سرکوبی فرمائی اور مذہبِ اہل سنت وجماعت کی حقانیت لوگوں کے سامنے اجاگر فرمائی۔

اصلاحی خدمات:

ابتدا ہی سے آپ کے دل میں اصلاحِ امت کا جذبہ موجزن تھا، آپ دیکھ رہے تھے کہ قوم بداعمالیوں، بداخلاقیوں اور بدعتوں میں مبتلا ہوکر اصل دین سے ہٹتی جارہی ہے۔ آپ چاہتے تھے کہ قوم بدعات وخرافات کی تاریکی سے نکل کر صحیح راہ پر گام زن ہوجائے، اسلامی ماحول اور محبت رسول کے سانچے میں ڈھل جائے۔ اصلاحِ امت کی راہ میں آپ کو بڑی مشقتیں جھیلنی پڑیں، اپنوں اور غیروں کے طعنے سننے پڑے، لیکن پھر بھی آپ کے پائے ثبات میں لرزش نہیں آئی۔

اس وقت شادیوں میں ڈھول باجے اور گانے بجانے کا بھی عام رواج تھا، غیر شرعی جہیز اور بے تحاشا زیورات دینے کا عام چلن تھا، جس کی وجہ سے ایک غریب باپ کو اپنے بیٹے کی شادی کے لیے زمین، جائداد بیچنی پڑتی تھی، جس کے پاس وسعت نہ ہوتی اسے مناسب رشتہ نہ ملتا اور اگر مل بھی جاتا تو معاشرے میں اسے گری نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ حاصل یہ کہ شادیوں میں بے دریغ فضول خرچی اور بے باکانہ انداز میں شرعی احکام کی خلاف ورزی ہوتی تھی۔ اس کی روک تھام کے لیے آپ نے بڑی جدوجہد کی، جہیز اور زیورات کے لین دین کو ایک حد کے اندر محدود کیا اور اعلان کیا کہ جو بھی اس کی خلاف ورزی کرے گا یا شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں ڈھول باجے کا استعمال کرے گا کوئی بھی حافظ یا عالم اس کا نکاح نہیں پڑھائے گا، اور اگر کسی نے پڑھا دیا تو اس کا بھی بائیکاٹ کیا جائے گا۔ آپ کی کوششیں رنگ لائیں اور ان غیر شرعی امور پر بڑی حد تک لگام لگ گئی۔

علاقے میں تعزیہ داری کا بڑا رواج تھا اور ماہ محرم میں طرح طرح کی خرافات ہوتی تھیں، آپ نے مروّجہ تعزیہ داری کے خلاف مہم چلائی اور گاؤں گاؤں جاکر بڑی حکمت عملی کے ساتھ لوگوں کو سمجھایا اور انھیں ان خرافات کے جال سے باہر نکالا۔

اسی طرح بعض بزرگوں کے اعراس میں خلاف شرع امور در آئے تھے۔ علاقے کے ایک مجذوب بزرگ بابا اسرہا شاہ کے عرس میں قرآن خوانی اور ذکر واذکار کی جگہ ناچ گانے اور دیگر برائیوں نے لے لی تھی۔ آپ کی جدوجہد اور کوششوں سے ان تمام برائیوں کا خاتمہ ہوا اور اب وہاں عرس کے موقع پر ''اصلاح معاشرہ'' کے موضوع پر ایک پروگرام ہوتا ہے جس میں علمائے کرام کے نورانی بیانات ہوتے ہیں۔

اس طرح سے آپ نے حکمت عملی اور دور اندیشی سے ان تمام بدعات و خرافات کا قلع قمع کیا اور اصلاح امت کا عظیم فریضہ انجام دیا، یہاں تک کہ آپ کی جہد مسلسل اور عمل پیہم سے لوگوں میں غیر اسلامی رسم ورواج کا خاتمہ ہوا۔

سیاسی خدمات:

قائد ملت ایک عالم دین اور مصلح ہونے کے ساتھ ساتھ بلند فکر اور صاحبِ بصیرت سیاست داں بھی تھے، سیاست کے نشیب وفراز سے خوب واقف تھے، انھوں نے قوم وملت کی خدمت کے لیے صالح سیاست اختیار کی، ایک قائد کی حیثیت سے قوم کی سیاسی رہ نمائی کا فریضہ بھی انجام دیا اور نوجوانوں میں سیاسی شعور پیدا کیا، جس کی وجہ سے آپ کی قوم چودھری (گوجر) میدان سیاست میں آگے بڑھی۔

قائد ملت کی سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۶۰ء میں ہوا، رفتہ رفتہ سیاسی حلقوں میں آپ نے اپنی ایک شناخت پیدا کر لی، ۱۹۹۳ء میں رائے بریلی کے ایک مسلم نوجوان چودھری محمد عیسی کو الیکشن میں کھڑا کیا۔ اس کے بعد ہر الیکشن میں قوم کے کسی نہ کسی فرد کو کھڑا کرتے رہے، یہاں تک کہ ۲۰۰۰ء میں نور محمد صاحب مرحوم حلقہ گوری گنج سے ایم ایل اے منتخب ہوئے۔ برادری میں یہ پہلے مسلم اسمبلی ممبر ہیں جو قائد ملت کی جد وجہد اور مساعی جمیلہ سے کامیاب ہوئے۔

قائد ملت کے سینے میں قوم کا درد تھا، آپ ہمیشہ قوم کی ہمہ جہت ترقی کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اتر پردیش میں مسلم چودھری گوجر قوم کو جنرل کٹیگری میں رکھا گیا تھا جس کی وجہ سے انھیں حکومت کی بہت سی مراعات اور سہولیات کا فائدہ نہیں مل پاتا تھا۔ آپ اور قوم کے دوسرے لوگ یہ چاہتے تھے کہ حکومت چودھری (گوجر) قوم کو پسماندہ قوم کا درجہ دے دے، تاکہ وہ ان تمام حکومتی مراعات اور سہولیات سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس مطالبے کے لیے حضرت قائد ملت نے ۱۹۸۶ء میں گاندھی نگر میں ایک عظیم قومی کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں کشمیر سے لے کر کنیا کماری تک قوم کے سربر آوردہ افراد اور بینی پرشاد ورما، رام سرن داس، مظاہر رانا اور منور حسن جیسے قد آور سیاسی لیڈر شریک ہوئے۔

قائد ملت کی کوششوں سے یہ کانفرنس بہت کامیاب ہوئی اور حکومت ہند نے اس مطالبے کو تسلیم کرتے ہوئے برادری کو پسماندہ قوم کا درجہ دے دیا اور ایک ہفتہ کے اندر ہی صوبے کے تمام اضلاع میں اس کا حکم جاری کر دیا۔ یہ قائد ملت کا وہ عظیم کارنامہ ہے جو تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا۔

آپ نے کبھی سیاست کو اپنے ذاتی مفاد کے لیے نہیں استعمال کیا، بلکہ ہمیشہ قوم کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے کام کرتے رہے، قوم کو اس کے حقوق دلانے کے لیے لڑتے رہے، جس کی وجہ سے سیاسی حلقوں اور عوام میں آپ کو شہرت و مقبولیت حاصل ہونے لگی، کچھ سیاسی لوگوں کو اس سے حسد ہو گیا اور انھوں نے اندر ہی اندر آپ کو ذلیل کرنے کی سازشیں شروع کر دیں۔

حضرت قاری محمد اقبال رضوی کا بیان ہے کہ ۸۳/ ۱۹۸۲ء میں موہن سنگھ تلوئی، لالہ پریم چند اور شیونائک گاندھی نگر نے ایک منصوبے کے تحت آپ کے آبائی گاؤں ''روشن پور'' میں ایک کپڑے کے تاجر کو بھیج کر غائب کرا دیا پھر اس کے اغوا کی خبر پھیلا دی، اس کا الزام قائد ملت اور ان کے ساتھیوں پر لگا دیا، اس کی وجہ سے گاؤں میں پولیس فورس تعینات کر دی گئی اور نوجوانوں کی گرفتاری ہونے لگی۔ اس وقت حضرت موجود نہ تھے۔ داروغہ نے کہا کہ مولانا کو آنے دو، آج ساری سیاست یہیں اتار دیتا ہوں۔ حضرت قائد ملت جب آئے اور تھانہ جانے لگے تو بعض مخلص احباب نے مشورہ دیا کہ یہ سازش آپ کو ذلیل کرنے کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اس لیے آپ تھانے نہ جائیں بلکہ کوئی اور تدبیر سوچیں۔ یہ سن کر آپ واپس گھر چلے آئے، وزیر اعظم اندرا گاندھی سے آپ کے اچھے تعلقات تھے، اس لیے طے یہ ہوا کہ انھیں سے ملاقات کی جائے اور حالات سے آگاہ کیا جائے۔

شام کے وقت دہلی روانہ ہوئے، پہلے چودھری شفقت جنگ (ایم، پی) کے پاس گئے اور انھیں حالات سے باخبر کیا۔ چودھری صاحب نے کہا کہ اس معمولی معاملے کے لیے اندرا جی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ اسے تو میں ہی حل کر دوں گا، پھر انھوں نے ''رائے بریلی'' کے ایس پی کو فون کیا، اس نے ''جائس'' کے داروغہ کو فون کر کے نوجوانوں کو فوری طور پر رہا کرنے کا حکم دیا۔ اس طرح آپ حکمت عملی کے ذریعہ اس گہری سازش سے بچ گئے۔ اس واقعے سے آپ کی شہرت و مقبولیت میں مزید اضافہ ہو گیا۔

قائد ملت نے سیاست کو خدمت خلق کا ذریعہ بنایا، مظلوموں کو انصاف دلایا، مجبوروں کو ان کا حق دلایا۔ ماسٹر محمد مستقیم صاحب کا بیان ہے کہ روشن پور سے تقریباً ۵/ کلومیٹر دور سترہ سو ایکڑ پر پھیلا ہوا ''مَسِیاواں تال'' ہے، جس میں بہت سے چودھری (گوجر) برادری کے لوگوں کے کھیت تھے۔ حکومت کے شعبۂ سیاحت کے ذریعہ اس زمین کے بدلے کسانوں کو معاوضہ دے کر اس میں ''پرندوں کے لیے محفوظ علاقہ'' (Bird Sancturay) بنانے کی اسکیم جاری کی گئی جس کی وجہ سے غریب کسانوں میں بے چینی پھیل گئی۔ اس دوران وزیر اعظم راجیو گاندھی کا امیٹھی میں دورہ ہوا۔ اس گاؤں کے پردھان جناب محمد عثمان گاؤں والوں کے ساتھ قائد ملت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بھیّا (راجیو گاندھی) سے کہہ کر ہماری زمین بچا لیجیے، ورنہ ہمارے بچے بھوکے مر جائیں گے۔

چناں چہ حضرت نے اتر پردیش کے وزیر ''رنجیت سنگھ جو دیو مہاراج سمتھر'' سے ملاقات کی۔ انھوں نے مدرسہ تاج العلوم صمدیہ میں آنے کا پروگرام دے دیا۔ حسب پروگرام جناب راجیو گاندھی کی آمد ہوئی، آپ نے ان کے سامنے سینکڑوں کسانوں کے دل کا درد پیش کیا، انھوں نے وعدہ کیا کہ ہم اس زمین کو شعبۂ سیاحت میں نہیں جانے دیں گے۔ اس طرح قائد ملت کی کوششوں سے مسلم کاشت کاروں کی یہ ۱۷۰۰/ ایکڑ زمین بچ گئی اور سینکڑوں لوگوں کے دل کو قرار ملا۔

آپ نے اپنی پوری زندگی قوم کی خدمت کے لیے وقف کردی اور نہایت صاف و شفاف سیاست کی، انھیں خدمات کی بنیاد پر ۲۰۱۳ء میں کانگریس حکومت نے آپ کو مرکزی حج کمیٹی کا ممبر بنایا، تین سال تک حج کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے حجاج کی مخلصانہ خدمت کرتے رہے۔ آپ کی ان خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

وفات:

۲۲/ جمادی الآخرہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۰/ مارچ ۲۰۱۸ء سنیچر کی شب کو حسبِ معمول حضرت نے فرائض و معمولات انجام دیے، مسجد میں عشا کی نماز باجماعت ادا کی، اور وہیں وظائف میں مشغول ہوگئے۔ اس کے بعد سینے میں درد محسوس ہوا۔ علاج کے لیے بڑے صاحب زادے جناب مولانا حسنین رضا صاحب کے ساتھ جائس پہنچے اور وہیں دوران علاج تقریبا ۱۱/ بجے شب حکم الہی آپہنچا اور آپ اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف کوچ کرگئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔

(ماخوذ از: قائد ملت حیات و خدمات، ملخصًا، مولف: مفتی رئیس اختر مصباحی بارہ بنکوی حفظہ اللہ تعالی ورعاہ، مطبوعہ: قائد ملت اکیڈمی، مدرسہ تاج العلوم صمدیہ، گاندھی نگر، امیٹھی)